www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارسِ دینیہ عربیہ

غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ

گذشتہ شمارہ میں ہم نے مدارسِ دینیہ عربیہ کے اغراض و مقاصد، ان کے تاریخی پس منظر اور ان کی خدمات پر مختصراً روشنی ڈالی تھی، جس سے ان کے بارے میں پائی جانے والی یا پھیلائی جانے والی بعض غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے، بشرطیکہ کوئی چشم بصیرت سے اسے پڑھے اور دل بینا سے اسے سمجھے۔ ورنہ ع

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

تاہم اتمامِ حجت کے نقطہ نظر سے زیر نظر سطور میں بطورِ خاص ان اعتراضات اور غلط فہمیوں کے بارے میں ضروری گذارشات پیش کی جاتی ہیں جو ان پر کئے جاتے ہیں اور پھیلائے جاتے ہیں:

مدارسِ دینیہ کے نصاب میں تبدیلی کا مسئلہ

ان میں سب سے اہم مسئلہ نصاب تعلیم کا ہے۔ اس پر گفتگو کرنے والے اپنے اور بیگانے دوست اور دشمن دونوں قسم کے لوگ ہیں بعض لوگ بڑے اخلاص سے دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کا مشورہ دیتے اور اس میں تبدیلی کی خواہش رکھتے ہیں لیکن ہم عرض کریں گے کہ نصاب میں بنیادی تبدیلی کے پیچھے چاہے کتنے ہی مخلصانہ جذبات ہوں تاہم وہ دینی مدارس کے اصل مقاصد سے (جس کی وضاحت گزشتہ مضمون میں کی جا چکی ہے) مناسبت نہیں رکھتی، بلکہ وہ ان کے لئے سخت نقصان دہ ہوگی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب میں تبدیلی کی دو صورتیں ہیں:

ایک تبدیلی کی صورت یہ ہے کہ مدارسِ دینیہ عربیہ کا نصاب معمولی سے فرق کے ساتھ سکول، کالج اور یونیورسٹی والا کردیا جائے۔ ان کی ڈگریاں بھی میٹرک، ایف۔اے، بی۔اے اور ایم۔اے کے برابر ہوں اور ان کے ڈگری یافتہ اصحاب سرکاری اداروں میں ملازمتیں کرسکیں۔

دوسری تبدیلی کی صورت یہ ہے کہ عصر حاضر کے فتنوں، تحریکوں اور رازموں کو سمجھنے کے لئے دینی مدارس کی صرف آخری کلاسوں میں بعض ضروری جدید علوم کی تدریس کا انتظام بھی کیا جائے تاکہ ایک طرف دینی علوم کی تحصیل میں کوئی رخنہ نہ پڑے (جو کہ پہلی صورت میں متوقع ہی نہیں، یقینی ہے) اور دوسری طرف علماء زیادہ مؤثر انداز اور زیادہ بہتر طریقے سے عصر حاضر کے فتنوں کا مقابلہ اور اسلام کا دفاع کرسکیں۔

پہلی تبدیلی کا مقصد اور نتیجہ علماء کے دینی کردار کا خاتمہ اور دینی مدارس کے مقصدِ وجود کی نفی ہے۔ اس سے دینی مدارس سے امام و خطیب، مصنف و مدرّس اور دین کے مبلغ و داعی بننے بند ہوجائیں گے جو دینی مدارس کا اصل مقصد ہے اور یہاں سے بھی کلرک، بابو اور زندگی کے دیگر شعبوں میں کھپ جانے والے افراد ہی پیدا ہوں گے جیسے دنیوی تعلیم کے اداروں سے پیدا ہو رہے ہیں۔ جب کہ دینی مدارس کے قیام اور ان کے الگ وجود کا مقصد شریعت کے ماہرین اور صرف دین اور دینی ضروریات کے لئے کام کرنے والے رجال کار پیدا کرنا ہے۔ اس اعتبار سے ان مدارس کی حیثیت تخصیصی شعبوں کی طرح ہے جیسے میڈیکل، انجینئرنگ، معاشیات اور دیگر کسی علم کا شعبہ ہے۔ ان میں سے ہر شعبے میں صرف اسی شعبے سے تعلق رکھنے والی تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے۔ دیگر علوم کی تعلیم کی نہ صرف ضرورت نہیں سمجھی جاتی، بلکہ اسے اصل تعلیم کے لئے سخت نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ دین کی مخصوص تعلیم کے اداروں کے لئے دنیا بھر کے علوم کی تعلیم کو ضروری سمجھا جا رہا ہے — ان هذا لشيء عجاب!

اور اگر مقصد دوسری قسم کی تبدیلی ہے تو اس سے یقیناً علمائے کرام کے کردار کو زیادہ مؤثر اور مفید بنایا جاسکتا ہے جس کے علماء اور اصحاب مدارس قطعاً مخالف نہیں ہیں، بلکہ حسب استطاعت بعض بڑے مدارس میں اس کا اہتمام بھی ہے اور اس میں مزید اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس تبدیلی اور اہتمام سے مدارس دینیہ کا اصل نصاب متاثر نہیں ہوتا، بلکہ اس کی تکمیل ہوتی ہے اور اس سے دین اور اسلام کی برتری کا وہ مقصد ہی حاصل ہوتا ہے جو مدارسِ دینیہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل مقصد ہے۔

تبدیلی کی ایک بڑی "حسین صورت" یہ بھی تجویز کی جاتی ہے کہ جدید و قدیم کا ایک ملغوبہ تیار کیا جائے، تاکہ ایسے افراد پیدا ہوں جن میں قدیم و جدید کا امتزاج اور دونوں علوم میں ان کو مہارت ہو۔ یہ تصور یقیناً بڑا خوش کن اور مسرت آگیں ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تجربہ کئی جگہ کیا گیا ہے لیکن کہیں بھی مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔ اس طرح کے اداروں سے فارغ ہونے والے نہ دین کے رہیں گے نہ دنیا کے۔ علوم شریعت میں بھی وہ خام ہوں گے جس کی وجہ سے وہ دینی اور علمی حلقوں میں درخور اعتنا نہیں سمجھے جائیں گے اور دنیاوی تعلیم میں بھی وہ اُدھورے اور ناقص ہوں گے، اس لئے زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی ان کی کھپت مشکوک رہے گی۔ وہ "آدھے تیتر اور آدھے بٹیر" یا "نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملّا خطرہ ایمان" ہی کا مصداق ہوں گے۔

علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ دینی مدارس تو اپنے مقاصد اور طاقت کے مطابق نونہالانِ قوم کی دینی تعلیم و تربیت اپنے اپنے دائروں میں کر رہے ہیں، جس سے قوم کی دینی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور جس سے معاشرے میں دینی اقدار و روایات کا شعور اور احترام بھی موجود ہے (گو عمل میں کوتاہی کا سلسلہ بہت وسیع ہے جس کے دیگر عوامل و اسباب ہیں) گویا دینی مدارس سے وہ مقاصد حاصل ہو رہے ہیں جو ان کے قیام و وجود سے وابستہ ہیں اس کے برعکس سکول و کالج اور یونیورسٹیاں ہیں۔ کیا ان میں تعلیم پانے والے بچے اور بچیاں، اپنے مذہب کا صحیح شعور رکھتی ہیں؟ ان سے فارغ ہونے والی نسل کے ذہن میں اسلامی تہذیب و تمدن سے کوئی وابستگی ہے؟ وہ عملی اور نظریاتی کے اعتبار سے صحیح مسلمان ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو کیا بحیثیت مسلمان ہونے کے، ہماری حکومتوں کی اولین ذمہ داری یہ نہیں کہ وہ سب سے پہلے ان تعلیمی اداروں کے نصاب میں ایسی بنیادی تبدیلی کریں کہ ان میں تعلیم پانے والے بچے اپنے مذہب کا تو صحیح شعور حاصل کر سکیں۔ انجینئر، ڈاکٹر، صحافی، ماہر معیشت، جو بھی بنیں، وہ ساتھ ساتھ مسلمان بھی رہیں۔ اسلام پر عمل کرنے کا جذبہ بھی ان میں توانا ہو۔ یہ ادارے تو اس کے برعکس مسلمانوں کی نوجوان نسل کو نامسلمان بنا رہے ہیں۔ انگریزی تہذیب کا شیدا بنا رہے ہیں اور مائیکل جیکسن اور میڈونا کے پرستار پیدا کر رہے ہیں۔ نصابِ تعلیم میں تبدیلی کی زیادہ ضرورت تو ان اداروں میں ہے جہاں تعلیم کے نام پر مسلمانوں کی نسلِ نو کو اخلاق و کردار سے، حیاء و عفت سے اور ایمان و تقویٰ سے محروم کیا جا رہا ہے نہ کہ ان مدارسِ دینیہ کے نصاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں، جہاں کے فارغین، بہت سی کوتاہیوں کے باوجود، بہرحال اسلام کے احکام و فرائض کی پابندی کو ضروری سمجھتے ہیں، اخلاق و کردار کے زیور سے آراستہ اور معاشرے کی ظلمتوں میں دین کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

۲۔ فرقہ وارانہ تصادم، نصاب کا نہیں

حکومت کی مصلحتوں یا اس کی مجرمانہ چشم پوشی کا نتیجہ ہے!

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کا نصاب فرقہ وارانہ ہے اور ان سے فرقہ وارانہ تصادم میں اضافہ ہو رہا ہے، اس لئے اس کے نصاب میں تبدیلی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری گذارش یہ ہے کہ یہ نصاب صدیوں سے دینی مدارس میں پڑھایا جا رہا ہے اور علماء پڑھتے آرہے ہیں۔ لیکن ان کے مابین اس طرح فرقہ وارانہ تصادم کسی دور میں نہیں ہوا، جس طرح چند سالوں سے دیکھنے میں آرہا ہے۔ اگر یہ قصور نصاب تعلیم کا ہوتا تو یہ تصادم ہر دور میں ہونا چاہئے تھا۔ پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ملکوں میں بھی ہوتا اور پاکستان میں چند سال قبل بھی ہوتا۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے، دیگر اسلامی ملکوں میں یہ تصادم نہیں ہے جب کہ دینی مدارس وہاں بھی ہیں۔ ان کا نصاب بھی تقریباً وہی ہے جو پاکستان کے دینی مدارس کا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بھی اس تصادم کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے، بلکہ چند سالوں سے یہ المناک صورتِ حال سامنے آرہی ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس کا تعلق مدارسِ دینیہ کے نصاب سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دیگر اسباب ہیں جو باخبر حضرات سے مخفی نہیں ہیں۔

حکومت اگر اس تصادم کے روکنے اور اس کے سدباب میں مخلص ہوتی تو یقیناً وہ اس کو روک سکتی تھی۔ جو دو گروہ آپس میں متصادم ہیں اور اس تصادم کے جو اسباب ہیں، حکومت ان دونوں باتوں سے آگاہ ہے۔ لیکن باخبر لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ اس کے پس پردہ بھی اصل ہاتھ حکومت کا ہے۔ یہ متحارب گروہ حکومت کے زیر اثر ہیں، لیکن حکومت نے ان کو باہم کشت و خون ریزی کی چھوٹ دے رکھی ہے۔ شاید اس میں کار فرما مقصد یہ ہو کہ حکومت اس طرح تمام دینی طبقوں کو متشدد اور متحارب و متصادم باور کرا کر ان سب کی آزادی و خود مختاری کو سلب کرلینا چاہتی ہے یا عوام الناس کے سامنے ان کی بُری تصویر پیش کرکے ان کے معاشرتی کردار کو ختم کردینا چاہتی ہے۔ ورنہ حکومت کے لئے دو فریقوں کو خونی تصادم سے روک دینا اور ان سے تمام اسلحہ برآمد کرلینا، کوئی مشکل معاملہ نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ مدارس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینیہ کا نصابِ تعلیم فرقہ وارانہ تصادم کا اصل سبب ہے۔

تاہم اس حقیقت کا ہمیں اعتراف ہے کہ فرقہ واریت کے نقطہ نظر سے نصاب، اصلاح اور نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔ یہ فرقے، قرآن کریم کی تعلیم ﴿ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا ﴾ کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان اسباب و عوامل کا تجزیہ کرکے، جو ان فرقوں کے معرضِ وجود میں آنے کا سبب ہیں، ان کے سدّباب کے لئے مخلصانہ مساعی ہونی چاہئیں، جن میں نصاب پر نظرِ ثانی بھی شامل ہے۔ تاہم یہ ایک الگ موضوع ہے جس کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں۔

یہاں اس کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود صرف یہ ہے کہ فرقہ واریت کے نقطہ نظر سے یقیناً اصلاح کی گنجائش ہے، جس پر علماء کو ضرور سوچنا چاہئے اور اس کے سدّباب کے لئے جو ممکن تدابیر ہوں، انہیں پورے اخلاص سے بروئے کار لانے کی سعی کرنی چاہئے۔ تاکہ حکومت کو اس بہانے سے مدارسِ دینیہ میں مداخلت کا موقع نہ ملے۔

گو اِس نصاب سے تصادم و تحارب تو نہیں ہوتا جیسا کہ عرض کیا گیا ہے، تاہم فرقہ وارانہ ذہنیت ضرور فروغ پاتی ہے، جب کہ اسلام کا مطلوب اتحادِ اُمّت ہے نہ کہ اِفتراقِ اُمت۔ ان فرقوں کو تقدس کا درجہ دے کر ان کی اصلاح کے لئے کوشش نہ کرنا اور باہم اتحاد و قربت کی راہیں تلاش نہ کرنا شرعی لحاظ سے پسندیدہ امر نہیں ہے۔ اس محاذ پر علماء کا جمود ایک مجرمانہ فعل ہے۔ جس کا ارتکاب گو صدیوں سے ہوتا آرہا ہے، لیکن بہرحال جرم ہے، جس کی اصلاح علماء کا فریضہ اور اس سے اعراض و گریزان کی کوتاہی ہے۔

۳۔ تشدّد کی تربیت اور اسلحہ کی ٹریننگ ـــــ ایک غلط مبحث

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدارس میں تشدد کی تربیت اور اسلحہ چلانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر کسی مدرسے میں ایسا ہوتا ہے تو حکومت کا آہنی پنجہ اس کو اپنی گرفت میں کیوں نہیں لیتا؟ اور حکومت اگر تمام تر وسائل کے باوجود کسی ایک مدرسے کا بھی سراغ نہیں لگا سکی، جس میں اس قسم کی ٹریننگ دی جاتی ہو۔ تو تسلیم کرلینا چاہئے کہ کسی بھی مدرسے میں ایسا نہیں ہوتا۔

تاہم اس کے ساتھ اس حقیقت کو ضرور پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ افغانستان میں روس کی جارحیت اور مداخلت کے بعد جو جہادِ افغانستان کی دینی جماعتوں نے شروع کیا، اس میں پاکستان کی دینی جماعتوں نے بھی حصہ لیا۔ دینی مدرسوں میں زیر تعلیم طلباء نے اس جہاد میں حصّہ لیا اور بہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دین دار لوگوں نے بھی حصہ لیا۔ یہ حصہ مالی بھی تھا اور جانی بھی۔ یعنی پاکستان کی دینی جماعتوں اور دین دار لوگوں نے اپنا مال بھی جہادِ افغانستان میں خرچ کیا اور اپنی جانیں بھی پیش کیں اور جہاد میں حصہ لینے کے لئے اسلحہ کی ٹریننگ ناگزیر ہے۔ چنانچہ علماء و طلباءِ مدارسِ دینیہ نے یہ ٹریننگ لی۔ لیکن کہاں؟ مدرسوں میں نہیں۔ بلکہ افغانستان کے محاذوں پر مورچہ زن ہو کر، اور وہاں قائم تربیتی کیمپوں میں، جہاں ہر وقت جان کا خطرہ رہتا تھا۔ چنانچہ جہاد سے سرشار ان علماء و طلباء و اہل دین نے ٹریننگ کے ساتھ اور ٹریننگ کے بعد جہاد افغانستان میں حصہ لیا اور بہت سے علماء و طلباء اور نوجوان عروسِ شہادت سے ہم کنار ہوئے اور افغانستان میں ان جہادی قوتوں کی حکومت کے قیام اور ان کی آپس میں خانہ جنگی کے بعد پاکستان کے یہ اہل دین اور جذبہ جہاد سے سرشار نوجوان کشمیر کے محاذ پر کشمیری مجاہدین اور حریت پسندوں کے ساتھ دادِ شجاعت دے رہے ہیں اور وہاں بھی متعدد پاکستانی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ یہ جنگی تربیت اور پھر عملاً اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد میں حصہ لینا، یہ بالکل الگ مسئلہ ہے جو اگرچہ ایک واقعہ اور حقیقت ہے مگر اس کا کوئی تعلق مدارسِ دینیہ میں اسلحے کی یا تشدد کی ٹریننگ سے نہیں ہے۔ کیونکہ کسی مدرسے میں بھی ایسی ٹریننگ نہیں دی جاتی۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاد میں سرگرم یہ دینی طلباء اور نوجوان، ملک میں فرقہ وارانہ تشدد اور تصادم میں قطعاً ملوث نہیں ہیں۔ ان میں ان کا ایک فیصد حصہ بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جو گروہ اس تصادم کا باعث ہیں حکومت انہیں اچھی طرح جانتی ہے، لیکن اس کی مصلحتیں اسے اُن پر ہاتھ ڈالنے سے روکے ہوئے ہیں بلکہ حکومت ان کی محافظ اور پُشتیبان بنی ہوئی ہے تاکہ ان کی آڑ میں تمام دینی قوتوں پر وار کرنے کا جواز مہیا کیا جاسکے۔ ان متصادم گروہوں کو بنیاد بنا کر اگر محاذ جنگ پر قائم جنگی کیمپوں، تربیتی اداروں کو ختم کرنے کی مذموم کوشش کی گئی تو یہ دراصل جہاد سے مسلمانوں کو ہٹانے کی مذموم کوشش ہوگی جو امریکہ بہادر کو خوش کرنے کی ایک بدترین حرکت ہوگی۔ اس سے کشمیر کا موجودہ جہاد سخت متاثر ہوگا اور ان مسلمانوں پر بھی ظلم عظیم، جو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے جہاد کے عظیم مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ نوجوان، دہشت گرد اور تشدد پسند نہیں، بلکہ اسلام کا عظیم سرمایہ ہیں جنہوں نے اپنی قربانیوں سے جہاد کے اس فراموش شدہ جذبے کو زندہ کیا ہے جو مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور ان کی عزت و سرفرازی کا واحد ذریعہ ہے۔ اسی سے مظلوم مسلمانوں کو کفار کے ظلم و ستم سے نجات دلائی جاسکتی ہے اور اسی جہاد سے ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کے استعماری عزائم کو ناکام بنایا جاسکتا ہے، جیسا کہ اسی جہاد سے سوویت یونین کو پیوندِ خاک کیا گیا ہے۔

۴۔ بیرونی امداد اور اس کی حقیقت

جہاں تک "بیرونی امداد" کا تعلق ہے، اس کے بارے میں بھی اصل حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے تینوں مکاتبِ فکر کے کسی مدرسے کو بھی اس طرح بیرونی امداد نہیں ملتی جو اس کا متبادر (عمومی) مفہوم ہے یعنی کوئی حکومت اپنے مخصوص مقاصد کے لئے انہیں امداد دے اور ان سے وہ کام لے، جو وہ لینا چاہتی ہو۔ اس طرح کا بیرونی سہارا کسی بھی سُنّی مدرسے کو حاصل نہیں ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ دینی مدرسوں کو "بیرونی امداد" ملتی ہے اور وہ اسے لیتے اور استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ بیرونی امداد بالکل ایسے ہی ہے، جیسے ملک کے بہت سے رفاہی اداروں کو بیرونی امداد، خالص انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ملتی ہے اور وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ دینی مدرسوں کو بھی یہ امداد یقیناً ملتی ہے، لیکن کسی بھی دنیاوی یا سیاسی مصلحت کے لئے نہیں، بلکہ صرف دینی نشرواشاعت اور اس کی تعلیم و تدریس کی غرض سے ملتی ہے۔

رفاہی اداروں کو تو پھر بھی بعض حکومتوں کی طرف سے بھی امداد ملتی ہے جو پاکستان ہی کے باشندے ہیں اور وہ اللہ کی رضا کے لئے اپنی زکوٰۃ و صدقات کا مصرف پاکستان میں تلاش کرتے ہیں اور اپنی معلومات کے مطابق مستحق اداروں کو اپنی امداد سے نوازتے ہیں۔ اسی طرح بعض عرب ملکوں کے دین دار لوگ بھی پاکستان کے دینی اداروں کی محض اس بنیاد پر امداد کرتے ہیں کہ پاکستان، ہماری نسبت غریب ملک ہے اور وہاں دینی ادارے کسمپرسی کا شکار ہیں اور اپنی تعلیمی و تبلیغی مقاصد کی تکمیل کے لئے بجا طور پر امداد کے مستحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پوری طرح تصدیق کرنے کے بعد تعاون کرتے ہیں اور بعض عرب اہل دین تو خاص طور پر خود پاکستان آتے ہیں، ادارے کی کارکردگی کو دیکھتے اور مختلف ذرائع سے اس کی بابت تحقیق کرتے ہیں اور مطمئن ہونے کے بعد محض اللہ کی رضا کے لئے ان کی امداد کرتے ہیں۔ اس میں ایک فیصد بھی کوئی دوسری غرض شامل نہیں ہوتی۔ دینے والوں کے دل میں، نہ لینے والوں کے دل میں۔ اس طرح کی "بیرونی امداد" سے یقیناً پاکستان کے دینی ادارے فیض یاب ہو رہے ہیں اور اس سے خیر اور بھلائی کے بہت سے کام ہو رہے ہیں، یتیموں کی سرپرستی اور کفالت ہو رہی ہے، بہت سی جگہوں پر ہسپتال قائم ہیں جہاں غریبوں اور نادار لوگوں کو علاج کی سہولتیں حاصل ہیں اور دین کی تعلیم و تدریس اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبلیغ و دعوت کا کام ہو رہا ہے۔

خود حکومت کے زیر سایہ، اسلام آباد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کیا ہے؟ کیا اس کے بیشتر اخراجات عرب حکومتیں مہیا نہیں کر رہی ہیں؟ فیصل مسجد کی تعمیر میں، جس میں یہ یونیورسٹی قائم ہے، جو اربوں روپیہ خرچ ہوا ہے، وہ کس نے مہیا کیا ہے؟ کیا وہ سعودی حکومت نے مہیا نہیں کیا؟ کیا سعودی حکومت نے اس سے کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کی کبھی کوشش کی ہے؟ بعض ہسپتال حکومت کی سرپرستی میں عرب حکومتوں کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ کیا انہوں نے کبھی کوئی سیاسی یا کسی اور قسم کا مفاد حاصل کیا ہے؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ وہ سارے کام اسلامی اخوت کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔ پھر آخر "بیرونی امداد" کے نام پر اس شور و غوغا کا کیا جواز ہے؟ جس کی حقیقت اس کے سوا کوئی نہیں جو ابھی مذکور ہوئی ہے۔

الحمد للہ اہل سنت کے مدارس نے اس بیرونی امداد کو، جو حکومت کی بجائے صرف افراد سے وصول ہوتی ہے، دینے والوں کی نیت کے مطابق دینی مقاصد پر ہی خرچ کیا ہے اور کرتے ہیں۔ اس سے نہ اسلحہ خریدا جاتا ہے، نہ طلباء کو تشدد کی ٹریننگ دی جاتی ہے، نہ فرقہ واریت کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اس امداد کو انہوں نے استعمال کیا ہے تو صرف اور صرف دین اور دینی مقاصد ہی کے لئے استعمال کیا ہے۔

۵۔ آمد و خرچ کا حساب و کتاب اور اس کا آڈٹ

جہاں تک دینی مدارس کی آمد و خرچ کے حساب و کتاب کا تعلق ہے، اس کی بابت عرض ہے کہ تمام بڑے بڑے دینی مدرسے اور ادارے اپنا مکمل حساب رکھتے ہیں بلکہ سالانہ آڈٹ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حکومت کا منظور شدہ کوئی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ وہ اپنے آڈٹ کی رپورٹ دیتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی ان کا کردار صاف اور بے غبار ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو لوگ انہیں کبھی اپنا تعاون پیش نہ کریں۔ لوگ اس اعتماد کے بعد ہی ان سے تعاون کرتے ہیں کہ ان کی دی ہوئی رقم صحیح مصرف پر ہی خرچ ہو رہی ہے اور ایک ایک پائی کا حساب ان کے ہاں موجود ہے۔ لیکن یہ دینی ادارے حساب کتاب میں حکومت کی مداخلت کے اس لئے خلاف ہیں کہ جس حکومت کے اپنے ہاتھ صاف نہیں ہیں، انہیں دوسروں کا حساب کتاب دیکھنے کا حق کیوں کر دیا جا سکتا ہے؟ حکومت پہلے زندگی کے دوسرے شعبوں میں اپنی صحیح کارکردگی پیش کرے، اہل ملک کے بارے میں اپنی خیر خواہی کا ثبوت مہیا کرے اور اپنی غیر جانبداری تسلیم کرائے تو پھر دینی مدارس بھی یقیناً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع "آن راکہ حساب پاک است، از محاسبہ چہ باک" کے مصداق حکومت کا حقِ احتساب تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

۶- مدارس دینیہ کے خلاف عالمی استعمار کی سازش

موجود حالات میں تو وہ کسی طرح بھی اپنے معاملات میں حکومت کو دخل اندازی کا حق دینا پسند نہیں کرتے اور واقعۃً حکومت اسی حق کی اہل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے بارے میں حکومت کی ہاہا کار، یہ کسی کے اشارۂ ابرو کا نتیجہ ہے۔ حکومت صرف اداکار ہے، ہدایت کار کوئی اور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس کے بارے میں حکومت کے کارندوں کا شور و غوغا، صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے بلکہ چونکہ یہ بین الاقوامی استعمار کی سازش کا ایک حصہ ہے، اس لیے بیشتر ملکوں میں ان کے خلاف سرگرمیوں کا آغاز کردیا گیا ہے۔

پاکستان کے ساتھ ہی ہندوستان ہے، جہاں پاکستان ہی کی طرح، وہاں کے ہر شہر اور قصبے میں دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے اور وہاں بھی پاکستان کی طرح دینی مدارس ہی دین کی نشر و اشاعت اور اس کے تحفظ و بقا کا واحد ذریعہ ہیں۔ اس لیے وہاں متشدد ہندو تنظیمیں، ان کے خلاف سرگرم ہوگئی ہیں۔ چنانچہ ۲۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو لکھنؤ میں "وشو ہندو پریشد" اور تشدد پسند ہندو تنظیموں کے تعاون سے ایک عظیم اجتماع ہوا جس میں اشتعال انگیز تقریروں کے ساتھ شعلہ بار پمفلٹ، فولڈر اور ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ اس میں تقسیم کئے گئے ایک فولڈر میں حکومتِ ہند سے مطالبہ کیا گیا کہ "مدارسِ دینیہ، جو دہشت گردی، تشدد پسندی اور بنیاد پرستی کا گڑھ ہیں، جو قومی یکجہتی میں مانع ہیں، حکومت ان کے ساتھ کوئی نرمی کا معاملہ نہ کرے اور وہاں سے ان سرگرمیوں کو موقوف کرے جو مسلم قومیت کی انفرادیت کی بقا اور استحکام میں اہم کردار ادا کر رہی ہے" اس قسم کے نعرے بھی لگائے گئے کہ اگر ان مدارس سے حکومت نے مصالحانہ رویہ اختیار کیا تو ہم دیش کی کھنڈتا اور مریادا کے لئے خود یہ فریضہ سرانجام دیں گے (ماہنامہ "بانگِ درا" لکھنؤ، جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۳)

دیکھ لیجئے! اس میں ان مدارسِ دینیہ کا "قصور" یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ "مسلم قومیت کی انفرادیت کی بقا اور استحکام کے ضامن ہیں" ان کا یہی "جرم" ہے جو عالمی استعمار کے لئے ناقابل برداشت ہے اور وہ اپنی پٹھو حکومتوں کے ذریعے سے ان پر کاری ضرب لگوانا چاہتا ہے۔ قاتلهم الله أنى يؤفكون! ○○ (حافظ صلاح الدین یوسف)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ